اِمامُ الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی سیرتِ طیبہ پر اِک اِجمالی نظر

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

اے صاحب جمال کل اے سرور بشر — رُوئے منیر سے ترے روشن ہوا قمر
ممکن نہیں کہ تیری ثنا کا ہو حق اَدا — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اِبتدائی حالات:

نسب شریف: سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

کنیت: ابوالقاسم۔ والدہ کا نام: آمنہ بنت وہب۔ وِلادت: بروز سوموار ۱۲/ربیع الاوّل عام الفیل۔ والد ماجد کا اِنتقال وِلادت سے قبل ہی بحالت سفر مدینہ منورہ میں ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ پھر آپ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو مدینہ آپ کے ننھیال لے گئیں، واپسی میں بمقامِ ابوا اُن کا انتقال ہوا اور آپ کی پرورش اُمّ ایمن کے سپرد ہوئی۔ آٹھ سال کے ہوئے تو دادا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا، کفالت کا ذمہ آپ کے چچا ابوطالب نے لیا۔ نو سال کی عمر میں چچا کے ساتھ شام کا سفر فرمایا اور ۲۵ سال کی عمر میں شام کا دوسرا سفر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تجارت کے سلسلہ میں فرمایا۔ سفر سے واپسی کے دو ماہ بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ ۳۵ سال کی عمر میں قریش کے ساتھ تعمیر کعبہ میں حصہ لیا اور پتھر ڈھوئے، حجر اسود کے بارے میں قریش کے اُلجھے ہوئے جھگڑے کا حکیمانہ فیصلہ فرمایا جس پر سبھی خوش ہو گئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے تھے اور ماحول ومعاشرہ سارا بت پرست تھا۔ مگر آپ بغیر کسی ظاہری تعلیم وتربیت کے نہ صرف ان تمام آلائشوں سے پاک صاف رہے بلکہ جسمانی ترقی کے ساتھ ساتھ عقل وفہم اور فضل وکمال میں بھی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ سب نے یکساں ویک زبان ہو کر آپ کو صادق وامین کا خطاب دیا۔

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

خلوت وعبادت:

بچپن میں چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں بھی چرائیں۔ مگر بعد میں آپ کو خلوت پسند آئی۔ چناں چہ غارِ حرا میں کئی کئی راتیں عبادت میں گزر جاتیں۔ نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وَسلم سچے خواب دیکھنے لگے۔ خواب میں جو دیکھتے ہو بہو وہی ہو جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستورِ تعلیم:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وَسلم کی سیرتِ طیبہ کا ہر پہلو نرالا اور اُمت کے لیے مینارِ ہدایت ہے۔ اگر چہ آپ کا تشریعی دور نبوت کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن اس سے پہلے کا دور بھی چاہے بچپن کا دور ہو یا جوانی کا اُمت کے لیے اس میں ہدایت موجود ہے۔

آپ کے دودھ پینے کا زمانہ ہے لیکن اتنی چھوٹی عمر میں بھی آپ کو عدل وانصاف پسند ہے اور آپ دوسروں کا خیال فرماتے ہیں، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ایک طرف کا دودھ پلا کر دوسری طرف پیش فرماتی ہیں لیکن آپ اسے قبول نہیں فرماتے کیوں کہ وہ آپ کے دودھ شریک بھائی کا حق ہے۔

بچپن سے اجتماعی کاموں میں اتنا لگاؤ اور دلچسپی ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی تعمیر ہو رہی تھی تو آپ بھی قریش مکہ کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہے ہیں۔

اور شرم وحیاء اتنی غالب ہے کہ جب آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دیکھتے ہیں کہ آپ ننگے کندھے پر پتھر اُٹھا کر لا رہے ہیں تو ترس کھاتے ہوئے آپ کا تہ بند کھول کر کندھے پر رکھ دیا۔ آپ شرم کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑے، یہ فرماتے ہوئے کہ میری چادر مجھ پر ڈال دو۔

کسبِ حلال کی یہ اہمیت کہ قریش کی بکریاں چراتے اور اس کی مزدوری سے اپنی ضروریات پوری فرماتے اور جب اور بڑے ہوئے تو تجارت جیسا اہم پیشہ اختیار فرمایا اور **التاجر الصادق الامین** (امانت دار سچے تاجر) کی صورت میں سامنے آئے۔

معاملہ فہمی اور معاشرے کے اختلافات کو ختم کرنے اور اس میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی وہ صلاحیت ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حجرِ اسود کو اپنی جگہ رکھنے پر قریش کی مختلف جماعتوں میں اختلاف پیدا ہوا اور قریب تھا کہ ناحق خون کی ندیاں بہہ جاتیں لیکن آپ نے ایسا فیصلہ فرمایا جس کی سب نے تحسین کی اور اس پر راضی ہو گئے۔

صداقت وامانت کے ایسے گرویدہ کہ بچپن سے آپ **الصادق الامین** کے لقب سے یاد کیے جانے لگے اور

دوست تو دوست دشمن بھی آپ کے اس وصف کا اقرار کرتے تھے چناں چہ قبائل قریش نے ایک موقع پر بیک زبان کہا: "ہم نے بارہا تجربہ کیا مگر آپ کو ہمیشہ سچا پایا"۔ یہ سب قدرت کی جانب سے ایک غیبی تربیت تھی کیوں کہ آپ کو آگے چل کر نبوت ورسالت کے عظیم مقام پر فائز کرنا تھا اور تمام عالم کے لیے مقتدیٰ بنانا تھا اور امت کے لیے آپ کی زندگی کو بطورِ اُسوۂ حسنہ پیش کرنا تھا۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا". (الاحزاب: ۲۱)

"بلاشبہ اے مسلمانو! تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سیکھنی ہے بالخصوص اُس شخص کو جو اللہ کی ملاقات کا اور قیامت کے دن کا خوف رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔"

نبوت:

جب سن مبارک چالیس کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تھے کہ جبرئیل علیہ السلام سورۃ اقراء کی ابتدائی آیتیں لے کر نازل ہوئے، اس کے بعد کچھ مدت تک وحی کی آمد بند رہی، پھر لگاتار آنے لگی۔

وحی آسمانی آپ تک پہنچانے کے لیے جبریل امین علیہ السلام کا انتخاب ہوا جن کو ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام اور باری تعالیٰ کے درمیان واسطہ بننے کا شرف حاصل تھا اور جن کی شرافت، قوت، عظمت، بلند منزلت اور امانت کی خود اللہ نے گواہی دی ہے۔

"اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ. ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ". (التکویر ۱۹ تا ۲۱)

"بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے جو بڑی قوت والا صاحب عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے، وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امانت دار ہے۔"

اس وحی الٰہی کی روشنی میں آپ کی ایسی تربیت ہوئی کہ آپ ہر اعتبار سے کامل بن گئے اور آپ کی زندگی کا ہر پہلو اُمت کے لیے ایک بہترین اُسوۂ حسنہ بن کر سامنے آ گیا۔ امت کے ہر فرد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک اعلیٰ مثال ہے جسے وہ سامنے رکھ کر زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کر سکتا ہے۔

دعوت وتبلیغ:

اِبتداءً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ طور پر دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا، ابتدائی دعوت پر عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سب سے پہلے

اِیمان لائے،ان کے بعد بہت سے آزاد اور غلام اس دولت سے بہرہ مند ہوئے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوت و تبلیغ کا حکم ہوا، چناں چہ آپ نے تمام قوم کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بت پرستی چھوڑنے کی دعوت پوری قوت سے شروع کی، بعض نے مانا اور بعض اپنی گم راہی پر قائم رہے۔

ہجرتِ حبشہ:

قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طرح طرح سے ستانا شروع کیا، چناں چہ ۵ ـہ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا، یہ سب سے پہلی ہجرت تھی، اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔

۷ ـہ نبوت میں قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف ایک معاہدہ پر دستخط کیے کہ جب تک یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہیں کرتے اُس وقت تک ان سے ہر قسم کا مقاطعہ کیا جائے۔اس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شعب ابی طالب میں نظر بند کر دیا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ حبشہ کا حکم فرمایا، یہ دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔

۱۰ ـہ نبوت میں قریش کے بعض افراد کی کوشش سے یہ معاہدہ ختم ہوا اور آپ کو آزادی ملی، اسی سال نصاریٰ نجران کا ایک وفد مسلمان ہوا، اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اور آپ کی غم گسار زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔قریش کی اِیذا رسانی اور بڑھ گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل طائف کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔اُنہوں نے ایک نہ سنی بلکہ اُلٹا درپہ ایذاء ہوئے۔یہ سال عام الحزن (غم کا سال) کہلاتا ہے۔

۱۱ ـہ نبوت اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، پنج گانہ نماز فرض ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر عرب کے مختلف قبائل کو دعوت دی، چناں چہ مدینہ کے قبیلہ خزرج کے چھ آدمی مسلمان ہوئے۔

۱۲ ـہ نبوت اس سال اوس وخزرج کے بارہ افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔

۱۳ ـہ نبوت اس سال مدینہ کے ستر مردوں اور بیس عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔

ہجرتِ مدینہ:

مدینہ میں اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم فرمایا، قریش کو پتہ چلا تو اُنہوں نے دارالندوۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرلیا، اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ منصوبہ خاک میں ملا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کافروں کے گھیرے سے باطمینان نکلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، ان کو ساتھ لے کر غارِ ثور تشریف لے گئے، یہاں تین دن رہے، پھر ہجرت فرمائی اور مدینہ کی نواحی بستی قبا پہنچے۔

۱ھ اسلام کا نیا دور:

یہاں سے اسلام کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے قبا میں چودہ دن قیام رہا وہاں ایک مسجد بنائی، وہاں سے مدینہ طیبہ منتقل ہوئے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی، اذان شروع ہوئی اور جہاد کا حکم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و جہاد کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعتیں بھیجنا شروع کیں۔

سرایا و غزوات:

جس جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے اسے غزوہ کہتے ہیں اور جس میں خود نہیں گئے، صحابہؓ کی جماعت کو بھیجا اسے سریہ کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا کی تعداد ۴۷ رہے اور غزوات کی تعداد ۲۷ رہے۔ اس سال آپ نے تین دستے (سریے) روانہ فرمائے لیکن مقابلہ نہیں ہوا۔

۲ھ:......اس سال غزوۂ وَدّان، غزوۂ بواط، غزوۂ عشیرہ اور غزوۂ بدر صغریٰ ہوئے۔ تحویل قبلہ کا حکم ہوا، روزہ رمضان، زکوٰۃ وفطرہ واجب ہوئے۔ اسی سال (رمضان میں) مشہور غزوۂ بدر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۳۱۳ جاں نثار تھے اور قریش ایک ہزار۔ مگر شکست قریش ہی کو ہوئی ان کے سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے، مسلمانوں کے چودہ آدمی شہید ہوئے۔ اسی سال غزوۂ قرقرۃ الکدر، غزوۂ بنی قینقاع اور غزوۃ السویق ہوئے، تینوں میں جنگ نہیں ہوئی۔ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رخصتی ہوئی۔

۳ھ:......اس سال غزوۂ غطفان اور غزوۂ بحران ہوئے، مقابلہ نہیں ہوا، پھر مشہور جنگ اُحد ہوئی، قریش قبائل عرب کو اکٹھا کر کر بدر کے مقتولوں کا بدلہ لینے جبل اُحد کے پاس جمع ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے، ۳۰۰ منافق راستہ ہی میں پلٹ گئے، دامنِ اُحد میں دونوں فوجیں لڑیں، کفار کو شکست ہوئی، ایک درّہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کی ایک جماعت اس وصیت کے ساتھ مقرر فرمائی تھی کہ ہم مریں یا جئیں تمہیں بہرحال تاحکم ثانی اپنی جگہ رہنا ہوگا۔ ان میں سے بعض نے مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست دیکھ کر جگہ چھوڑ دی، دشمن کو لوٹ کر پیچھے سے حملہ کا موقع مل گیا، جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، ستر صحابہؓ شہید ہوئے جن کے سردار حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی ہوا، سامنے کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تعاقب میں حمراء الاسد تک گئے، مگر دشمن بچ نکلا، مقابلہ نہیں ہوا، اسی سال شراب کی حرمت نازل ہوئی۔

۴ھ:......اس سال غزوۂ بنی نضیر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ کیا اور انہیں جلاوطن کیا،

پھر غزوۂ ذات الرقاع ہوا، مقابلہ کی نوبت نہیں آئی، اس سفر میں ''نمازِ خوف'' اور ''تیمم'' کا حکم نازل ہوا، پھر غزوۂ اُحد صغریٰ ہوا، گزشتہ سال جنگ اُحد سے واپسی پر قریش کہہ گئے تھے کہ آئندہ سال پھر اسی مقام پر جنگ ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب وعدہ اُحد کی طرف نکلے لیکن قریش مقابلہ کے لیے نہیں آئے۔

۵ھ:.....اس سال غزوۂ دومۃ الجندل ہوا، دشمن اپنے مویشی چھوڑ کر بھاگ گئے، پھر غزوۂ بنی مصطلق ہوا، مقابلہ میں اس قبیلے کے دس آدمی مارے گئے۔ باقی قید ہوئے، انہی قیدیوں میں ان کے سردار حارث کی لڑکی جویریہ تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کرلیا، یہ نکاح تمام قیدیوں کے آزاد کرنے اور ان کے اِسلام لانے کا ذریعہ بنا۔ پھر غزوۂ احزاب پیش آیا، قریش نے تمام قبائل عرب اور یہود کو ساتھ لے کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ کا محاصرہ کیا، مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لیے ایک لمبی خندق کھودی، قریش کا محاصرہ پندرہ دِن جاری رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے تند ہوا اور فرشتوں کا لشکر بھیجا اور دشمن ناکام لوٹا، پھر غزوۂ بنی قریظہ ہوا اور یہود بنی قریظہ کو عہد شکنی کی سزا میں قتل کیا گیا، اسی سال حج فرض ہوا اور پردہ کی آیات نازل ہوئیں۔

۶ھ:.....اس سال غزوۂ بنی لحیان، غزوۃ الغابہ اور صلح حدیبیہ ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے غیر مسلح مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ قریش نے مقامِ حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا۔ آخر کار چند شرطوں پر صلح ہوئی، ان میں سے ایک یہ تھی کہ دونوں فریق دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔ اسی موقع پر ایک درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی، اسی سال آپ نے مختلف بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط بھیجے، ان میں سے بعض مسلمان ہوگئے۔

۷ھ:.....اس سال حدیبیہ سے واپسی پر خیبر فتح ہوا، مہاجرین حبشہ کی واپسی ہوئی، فدک مصالحانہ طور پر فتح ہوا، غزوۂ وادی القریٰ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی معیت میں عمرۃ القضاء کے لیے مکہ تشریف لے گئے، وہاں تین دن قیام کے بعد واپسی ہوئی۔

۸ھ:.....اس سال جنگ موتہ ہوئی، جس میں مسلمانوں کے تین سپہ سالار، زید بن حارثہؓ، جعفر بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن رواحہؓ یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا گیا، دشمن کو شکست ہوئی اور کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا، اسی سال مکہ مکرمہ کی فتح کا عظیم واقعہ ہوا۔ قریش نے جنگ بندی کا معاہدہ توڑ ڈالا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے، قریش نے ہتھیار ڈال دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امنِ عام کا اعلان فرمایا، کعبۃ اللہ کے گرد وپیش سے بتوں کی نجاست کو صاف کیا، اِردگرد کے قبائل میں بت شکنی کے لیے وفود بھیجے۔

مکہ کی فتح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُشمنوں سے سلوک:

کون نہیں جانتا کہ مکی زندگی کے تیرہ (۱۳) سالوں میں مکہ والوں نے آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا کیا ستم ڈھائے، اُنہیں تپتی ریت اور آگ کی چنگاریوں پر لٹایا گیا، اُنہیں مکہ میں اَپنے گھربار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اُنہیں شہید تک کر دِیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں دِی گئیں، آپ کے رَاستے میں کانٹے بچھائے گئے، نماز میں سجدہ کی حالت میں اُونٹ کی اوجھڑی سر پر ڈالی گئی۔ یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وَسلم کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنایا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وَسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو وَہاں بھی اُن کے خلاف سازشیں رچیں اور جنگ بدر، جنگ اُحد اور جنگ احزاب کی نوبت آئی۔

لیکن اب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں دَاخل ہوتے ہیں لیکن دُنیا کے فاتحین کی طرح متکبرانہ اَنداز میں ہرگز نہیں بلکہ نہایت تواضع اور اِنکساری کے ساتھ، سر مبارک جھکائے ہوئے، ہزاروں جانثاروں کے ساتھ رَبُّ العزت کا شکر اَدا کرتے ہوئے۔ بیت اللہ کو بتوں سے پاک فرماتے ہیں اور اُس کا طواف فرماتے ہیں۔ مجمع اکٹھا ہو جاتا ہے۔ قریش مکہ آپ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور اُن کے دِل و دماغ میں وہ تمام جرائم آ کھڑے ہوتے ہیں جو اُنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وَسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیے تھے۔ آج یہ سب مجرم آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کے سامنے سر جھکائے بیٹھے ہیں۔

آج اَگر آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کی جگہ کوئی اور دُنیا کا فاتح حکمران ہوتا تو اَپنے دُشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟ غالباً وہی کرتا جو جابر حکمران کیا کرتے ہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول اور رحمۃ للعلمین ہیں، اخلاق کے اُونچے مقام پر فائز ہیں، جن کے اَعلیٰ اور عظیم اخلاق کی تعریف خود بارِی تعالیٰ نے فرمائی ہے:

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ". (القلم: ۴)

ترجمہ: اور بے شک آپ بڑے بلند اخلاق پر قائم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے اُن سب سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے آج میں تم سے کیا سلوک کرنے وَالا ہوں؟ سب نے بیک زبان جواب دِیا: اخ کریم وابن اخ کریم۔ آپ ایک شریف بھائی ہیں اور ایک شریف بھائی کے فرزند ہیں یعنی ہم آپ سے اُمید رکھتے ہیں جو ایک شریف بھائی سے رَکھی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے فرمایا میں آج تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اَپنے بھائیوں سے کہی تھی:

"لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ". (یوسف: ۹۲)

ترجمہ: آج تم پر کوئی سرزنش اور ملامت نہیں، اللہ تم کو معاف کرے اور وہ سب رحم کرنے وَالوں سے زیادہ رحم کرنے وَالا ہے۔

یعنی سزا تو سزا آج میں تمہارے جرائم بھی یاد نہیں دِلاؤں گا کہ اُن کا تذکرہ کر کے تم پر ملامت کی جائے۔ پھر فرمایا:

اذھبوا فأنتم الطلقاء...... "جاؤ تم سب آزاد ہو"

آج رحم وکرم کا دن ہے، جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اسے امن ہے، جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اسے امن ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا اسے امن ہے۔

اِسی حسنِ اخلاق کا نتیجہ تھا کہ اُن میں سے اکثر مسلمان ہوئے اور دِل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وَسلم سے محبت کرنے لگے۔اور دُشمن کی بجائے دوست بن گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم نے جہاں اُمت کو کریمانہ اخلاق کی تعلیم دِی ہے وَہاں اَپنے عمل سے اُن کے سامنے اَعلیٰ اخلاق کا نمونہ بھی پیش فرمایا ہے۔آپ کی یہ اخلاقی تعلیمات آپ کی زِندگی میں روزِ روشن کی طرح وَاضح ہیں جن کی نظیر اِنسانی تارِیخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

غزوۂ حنین:

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین ہوا، قبلہ ثقیف وہوازن کے لوگ مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کو اِطلاع ملی تو بارہ ہزار کا لشکر ان کے مقابلہ میں لے کر نکلے، بعض مسلمانوں کو خیال ہوا کہ اتنا بڑا لشکر کیسے مغلوب ہو سکتا ہے، مگر دشمن نے تیروں کی بارش شروع کی تو مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وَسلم اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ جمے رہے، پھر مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا، دشمن کو شکست ہوئی، کچھ مارے گئے، کچھ بھاگ گئے، ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنے، تمام مال مویشی پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، جو بھاگ نکلے تھے وہ طائف جا کر قلعہ بند ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے انیس دن تک طائف کا محاصرہ کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وَسلم جعرانہ واپس ہوئے، جنگ حنین کے قیدی یہیں تھے، اتنے میں قبیلہ ہوازن مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے ان کے قیدی واپس کر دیئے۔جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا اور راتوں رات عمرہ ادا کر کے مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔

۹ھ:......اس سال غزوۂ تبوک ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کو رُومیوں کی تیارِی کی اِطلاع ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وَسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر روم کی سرحد پر مقامِ تبوک پہنچ گئے۔لیکن رومی مقابلہ کے لیے نہیں آئے، اَئیلہ کے سردار اور دوسرے قبائل نے جزیہ پر صلح کر لی۔اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''اَمیر حج'' بنا کر بھیجا، یوم النحر میں اعلان کیا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک حج کرنے نہیں آئے گا نہ برہنہ طواف کرے گا۔اسی سال مختلف علاقوں کے وفود آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔

۱۰ھ:......اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک دستہ بنی مذحج کے مقابلہ میں بھیجا، ان کے بیس آدمی مارے گئے باقی مسلمان ہوئے۔اسی سال حضرت معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو تعلیم وتبلیغ کے لیے یمن بھیجا۔اس سال کا اہم ترین واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کا آخری حج ہے۔جسے حجۃ الوداع، حجۃ البلاغ، حجۃ الکمال، حجۃ التمام، حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وَسلم نے عرفات اور منیٰ کے خطبوں میں دین کے

بنیادی اُصولوں کی تعلیم فرمائی۔

بنیادی اُصولوں کی تعلیم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی حاکم وقت اور قاضی کے لیے نمونہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پورے عالم کے لیے نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک مسلمان حاکم کے لیے بھی اُسوۂ حسنہ ہے کیوں کہ آپ ایک اِسلامی مملکت کے ایک عادل سربراہ بھی تھے اور آپ نے اس مملکت کو نہایت کامیابی کے ساتھ چلایا۔

آپ کی سیرت ایک قاضی اور جج کے لیے بھی بہترین نمونہ ہے کیوں کہ آپ ایک عادل اور منصف قاضی بھی تھے اور آپ نے قضاء اور عدل وانصاف کے وہ اُصول بیان فرمائے جن سے اِنسانیت قیامت تک مستغنی نہیں ہو سکتی آپ ہی کا فرمان ہے:

''بخدا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بنت محمد بھی چوری کا اِرتکاب کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

اور آپ ہی کا فرمان ہے:

''اگر لوگوں کو صرف ان کے دعوے اور مطالبہ پر ان کا مطلوب دے دیا جائے تو کچھ لوگ دوسروں کے خون اور مالوں کا دعویٰ شروع کر دیں گے لیکن مدعی کے ذمہ ثبوت ہے اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی فوجی جرنیل کے لیے نمونہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک فوجی جرنیل اور بہادر سپاہی کے لیے بھی اُسوۂ حسنہ ہے کیوں کہ آپ میں ایک فوجی قائد کی شجاعت، تدبر اور شفقت جیسی اعلیٰ صفات موجود تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری اور شجاعت:

بہادری اور شجاعت ایسی کہ غزوۂ حنین میں جب دشمنوں نے تیروں کی بارش برسادی تو بہتوں کے قدم اُکھڑ گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاںنثاروں کے ساتھ بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

''میں سچا نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

ایک بار اہل مدینہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کوئی دُشمن حملہ کرنے والا ہے، گھبرا کر باہر نکلے تا کہ معلومات حاصل کریں، کیا دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا ایک گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار باہر سے واپس تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں میں سب دیکھ کر آ گیا ہوں، کوئی خطرہ نہیں۔

3

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے ہر فرد کو ایک مجاہد اور مضبوط انسان دیکھنا چاہتے تھے، آپ ہی کا ارشاد ہے:

''ایک قوی مومن اللہ کے ہاں زیادہ بہتر اور پیارا ہے کمزور مومن کے مقابلے میں اور دونوں میں خیر موجود ہے''۔

سنت مشورہ:

آپ غزوات میں تجربہ کار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ بھی فرماتے تھے اور اس پر عمل بھی فرماتے جیسا کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم دلی اور عدل و انصاف:

اس شجاعت کے ساتھ رحم دلی اور عدل و انصاف کا یہ عالم ہے کہ جب کسی لشکر اور فوج کو روانہ فرماتے تو انہیں اس بات کی تاکید فرماتے کہ کسی عورت، بچے، بوڑھے اور عبادت میں مشغول انسان کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل:

صبر وتحمل میں آپ سب کے امام ہیں، ایک اعرابی آتا ہے اور آپ کی چادر کو اتنا زور سے کھینچتا ہے کہ گردن مبارک پر نشانات پڑ جاتے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے اللہ کے مال میں سے دیجیے۔ آپ مسکرا رہے ہیں اور حکم فرماتے ہیں کہ اس کو اتنا مال دے دیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِستقامت کے پہاڑ:

حق پر صبر و اِستقامت کی آپ نے وہ مثال قائم فرمائی جس کی نظیر تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے، آپ کے مخالفین نے آپ کو مال و دولت، خوب صورت عورت اور دنیا کے جاہ وجلال کی لالچ دی۔ تاکہ آپ دعوتِ حق کو ترک کر دیں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کو ذرہ برابر متاثر نہ کر سکی اور آپ نے ان کو ان تاریخی کلمات سے جواب دیا جو اہل حق کے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گے، آپ نے فرمایا:

''قسم بخدا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تاکہ میں اپنی اس دعوتِ حق کو چھوڑ دوں تو میں ہرگز اسے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اللہ اسے غالب نہ کر دے یا اسی میں میری موت آجائے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو وکرم:

عفو وکرم میں اگر دیکھا جائے تو آپ کا کوئی ثانی نہیں ملے گا، فتح مکہ کی مثال جو اوپر گزری، ایسی ہے کہ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ خود آپ کا ارشاد ہے:

''جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، جو تجھے نہ دے تو اسے دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے

معاف کردے اور جو تجھ سے برا سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت:

جود وسخا میں بھی آپ سب سے آگے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو آپ کی جود وسخا کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا۔"

اُونچے اخلاق:

اخلاق میں آپ اتنے اُونچے مقام پر تھے کہ خود باری تعالیٰ نے آپ کی اس صفت کو خصوصیت سے ذکر کیا:

"اور یقیناً آپ بڑے بلند خلق پر قائم ہیں"۔

بہترین شوہر، مشفق باپ اور وفادار دوست:

اسی طرح آپ ایک بہترین شوہر، مشفق باپ اور وفادار دوست بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا نمونہ پیش فرما کر اُمت کو بتادیا کہ ایک مسلمان شوہر کیسا ہونا چاہیے، ایک باپ کیسا ہو اور ایک دوست کیسا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامیاب معلم اور مربی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک امتیازی صفت معلم اور مربی کی ہے۔ آپ کامل معلم، استاذ اور ایک عظیم مربی تھے اس لیے تعلیم کے میدان میں کام کرنے والے اور جن حضرات پر نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری ہے سب کے لیے آپ اُسوۂ حسنہ ہیں۔

۱۱ھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وِصال:

۱۱ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُومیوں کے مقابلہ میں "اُسامہ کا لشکر" تیار فرمایا، مگر لشکر کی روانگی سے قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرضِ وفات تھا، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہے، نماز کی امامت کے لیے اپنی جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ دوشنبہ بارہ ربیع الاوّل کو ۶۳ ر سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وِصال ہوا۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی امانت اللہ کے بندوں کو پہنچا چکے تھے اور دعوت وہدایت کا کام پورا ہو چکا تھا۔ چہار شنبہ کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا، تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور مسلمانوں نے غم زدہ دلوں کے ساتھ فرداً فرداً نمازِ جنازہ پڑھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہی حجرہ آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

صلی اللّٰہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ وسلم تسلیما کثیرا.

اولاد:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحب زادے تھے: قاسمؓ، عبداللہؓ، ابراہیمؓ سب کا بچپن میں ہی انتقال ہوا۔

چار صاحب زادیاں تھیں: زینبؓ، رُقیہؓ، اُمّ کلثومؓ اور خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؓ۔

ازواجِ مطہرات:

خدیجۃ الکبریٰؓ، عائشہ صدیقہؓ، حفصہؓ، اُمّ سلمہؓ، سودہؓ، زینب بنت جحشؓ، میمونہؓ، زینب بنت خزیمہؓ، جویریہؓ، صفیہؓ، اُمّ حبیبہؓ۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور زینب بنت خزیمہؓ کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہوئی۔ باقی نو(۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وِصال کے وقت موجود تھیں۔ (رضی اللّٰہ عنھن)

حسن وجمال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے بیان سے تو قلم وقرطاس قاصر ہیں تاہم دوشعر قارئین کی تشنگیِ شوق کی تسکین کے لیے حاضر ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ جمیل کسی ماں نے کوئی بچہ نہیں جنا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر عیب سے فطرتاً پاک و صاف پیدا ہوئے گویا جیسا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے تھے ویسے ہی پیدا ہوئے۔